Majallah Tahqiq
Research Journal of the
Faculty of Oriental Learning
Vol: 39, Sr.No.112, 2018 pp 93 - 104

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۹، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۸ء، شمارہ ۱۱۲

شاہنامۂ فردوسی کے عربی ترجمہ کا تجزیاتی مطالعہ

☆ راحت رؤف

Abstract:

Abu-ul-Qasim Firdousi's "Shahnama" is one of the popular and globally famous literary masterpieces of Persian language. Its universal and literary importance grabbed the attention of people from various times and places. Shahnama has also been translated in Arabic language.

A writer from Esfahan Qawam-ud-Din Fatah bin Ali Bindari translated Shahnama Firdousi in Arabic in 7th century Hijri. It is the prosaic translation of Shahnama poetry. Bindari did this translation on the order of a Syrian governor Malik Moazzam Esa bin Malik Adil Abu Bakr bin Ayub. This translation was started in Damascus in Jamadi-ul-Awal 620 Hijri and was finished in Shawal 621 Hijri in the same city. Details regarding Fatah bin Ali Bindari are unapparent, whereas we can learn from the translation of Shahnama that he was also a jurist in addition to writer and a poet.

Arabic translation of Shahnama Firdousi existed in many libraries of the world in the form of scripts. Among them are the libraries of Istanbul, Cambridge, Berlin and Paris.

A publishing house of Cairo مطبعة دارالكتب المصرية published this translation with the research and re-editing done by Dr. Abdul Wahab in 1932 A.D (1350 Hijri accordingly).

Hopefully this article will prove to be a medium to highlight the detailed introduction, properties and importance of the Arabic translation of Shahnama Firdousi along with the disclosure of linguistic and spiritual relations between Arabic and Persian language.

☆ انچارج شعبہ عربی، لاہور کالج فارویمن یونیورسٹی، لاہور۔

عربی اور فارسی کے لسانی رشتے اتنے ہی قدیم ہیں جتنا کہ ان دونوں زبانوں کی تاریخ قدیم ہے۔ یہ بات تو ہم سب جانتے ہیں کہ عربی زبان نے فارسی زبان پر گہرا اثر ڈالا ہے، خاص طور پر فارس میں اسلام کی آمد کے بعد عربی زبان کو ایک مقدس زبان کی حیثیت سے نہ صرف قبول کیا گیا بلکہ اس کے اثر کو اہل فارس سے عمومی طور پر خوش دلی سے قبول کیا۔ لیکن یہاں یہ امر بھی قابل ذکر یہ تاثر جانب واحد سے نہیں بلکہ دونوں جانب سے رہا ہے۔ کیونکہ عربی زبان پر فارسی کے اثرات بہت نمایاں اور واضح ہیں۔ جغرافیائی، سیاسی اور تجارتی تعلقات کی بنا پر ظہورِ اسلام سے پہلے بھی فارسی زبان عربی پر اپنے اثرات ظاہر کر چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں عربی ادب میں، یہاں تک کہ قرآن مجید میں بھی ایسے الفاظ ملتے ہیں جو محققین کے مطابق فارسی اصل سے تعلق رکھتے ہیں۔ فارسی کا سب سے قدیم لفظ جو عربی زبان کا حصہ بنا وہ لفظ ''وردۃ'' (گلاب کا پھول) ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ساسانی عہد میں عربوں نے اس لفظ کو استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ (۱)

یہ بات اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ عربی کی ان گنت کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ساتھ فارسی کی بھی بہت سی مایہ ناز کتابیں ایسی ہیں جن کی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر ان کا ترجمہ عربی زبان میں کیا گیا۔ فارسی کی ان شہرۂ آفاق کتابوں میں سے ایک ''شاہنامۂ فردوسی'' ہے۔

شاہنامہ فردوسی کو فارسی ادب کا سب سے مایہ ناز شاہکار تصور کیا جاتا ہے، اور فردوسی کو سب فارسی شعراء کا امام اور پیشرو گردانا گیا ہے۔ فردوسی کا فارسی شاعری میں کیا مقام ہے اس بارے میں عربی اور اسلامی علوم کے ممتاز عالم اور مورخ ابن اثیر کا کہنا ہے:

> ''وهو قرآن القوم، وقد أجمع فصحاؤهم على أنه ليس فى لغتهم أفصح منه، وهذا لا يوجد فى اللغة العربية على اتساعها وتشعب فنونها وأغراضها''
>
> ''یہ کتاب ان لوگوں کے لیے قرآن ہے، فارسی کے فصحاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کی زبان میں اس سے زیادہ فصیح کوئی کلام نہیں۔ عربی زبان باوجود اپنی وسعت و کثرت الفاظ کے شاہنامہ کا جواب پیش نہیں کر سکتی۔'' (۲)

مولانا شبلی نعمانی رقم طراز ہیں:

> ''عام اتفاق ہے کہ ایران میں اس درجہ کا کوئی شاعر آج تک نہیں پیدا ہوا۔'' (۳)

مولانا شبلی نعمانی فردوسی کے کلام کے حسن ورعنائی، گہرائی، اسلوب اور مقام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''شاعری کا اصلی کمال واقعہ نگاری اور جذباتِ انسانی کا اظہار ہے، ان دونوں باتوں میں وہ تمام شعراء کا پیش رو اور امام ہے، وہ جس واقعہ کو لکھتا ہے اس کے تمام جزئیات اور گرد پیش کے ہر قسم کے حالات اور واقعات ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کرتا ہے، پھر ان کو اس خوبی کے ساتھ ہو بہو ادا کرتا ہے کہ واقعہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور شعرا یا تو واقعہ کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتوں پر نظر ڈالنا ضروری نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں لیکن طبیعت فطرت شناس نہیں ہوتی، اس لیے باریک باتوں پر نظر نہیں پڑتی، یا پڑتی ہے لیکن زبان پر قدرت نہیں کہ جوں کا توں ادا کردیں۔ اس لیے یا بات کو بدل کر کہتے ہیں یا استعارات وتشبیہات کے دامن میں پناہ لیتے ہیں، تم دیکھتے ہو کہ فردوسی استعارہ کے پاس ہو کر نہیں نکلتا، تشبیہیں وہی پاس پاس کی لیتا ہے، مجاز کو بہت کم ہاتھ لگاتا ہے، اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ ان باتوں میں قاصر ہے بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ چیزیں واقعہ کے چہرہ پر نقاب ڈال دیتی ہیں اور اس کا اصلی خط وخال نظر نہیں آتا۔''(۴)

فردوسی چونکہ اپنے قومیانہ مزاج میں گہرا رسوخ رکھتے تھے، اور اپنی زبان اور قوم سے ان کی یہ محبت شاہنامہ کی لسانی قوت کو مہمیز فراہم کرتی ہے، کیونکہ انہوں نے شاہنامہ میں عربی الفاظ کے استعمال سے جو اجتناب برتا ہے اس نے فارسی کے بہت سے الفاظ اور تعبیرات کو محفوظ کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ عربی الفاظ سے اجتناب اور فارسی زبان میں محصور رہنے کے باوجود فردوسی نے جو شاندار ادب تخلیق کیا ہے اس نے شاہنامہ فردوسی کو ایک ادبی فن پارہ بنا دیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''فردوسی کی قدرت زبان دیکھو کہ ساٹھ ہزار اشعار لکھ کر ڈال دیے اور عربی الفاظ اس قدر کم ہیں کہ گویا نہیں ہیں، اگرچہ اس خصوصیت کا موجد دقیقی ہے، لیکن کل ہزار شعر اور صرف چند معمولی واقعات ہیں۔ بخلاف اس کے فردوسی نے ہر قسم اور ہر طرح کے سینکڑوں گوناگوں مطالب ادا کیے اور زبان کے خالص ہونے پر فرق نہ آنے پایا۔ عربی کے جو الفاظ خال خال آئے ہیں اکثر وہ ہیں جو خاص مصطلح الفاظ ہیں۔''(۵)

آگے لکھتے ہیں:

''حیرت وہاں ہوتی ہے جہاں فلسفیانہ اصطلاحیں آتی ہیں اور اس بے تکلفی سے سادی فارسی میں ان کو ادا کرتا جاتا ہے کہ گویا روزمرہ کی باتیں ہیں۔''(٦)

شاہنامہ فردوسی صرف جنگی واقعات کا بیان نہیں بلکہ اس کے اندر ایران کی تاریخ، تہذیب وتمدن اور بودوباش کا پورا نقشہ ملتا ہے، شاہنامہ کی اس خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی رقم طراز ہیں:

''ایشیائی تاریخوں کے متعلق عام شکایت ہے کہ ان میں بجز جنگ وخونریزی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔یعنی وہ حالات بالکل نہیں ہوتے ہیں جن سے اس زمانہ کے ملکی معاملات اور قوم کی تہذیب ومعاشرت کا حال کھل سکے۔ یہ شکایت بہت کچھ صحیح ہے، لیکن شاہنامہ اس سے مستثنیٰ ہے، شاہنامہ اگرچہ بظاہر صرف رزمیہ نظم معلوم ہوتی ہے، لیکن عام واقعات کے بیان میں اس تفصیل سے ہر قسم کے حالات آتے جاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہے تو صرف شاہنامہ کی مدد سے اس زمانہ کی تہذیب وتمدن کا پورا پتہ لگا سکتا ہے۔''(٧)

فردوسی کے کلام کی پاکیزگی اور سنجیدگی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''ایشیائی شاعری کا عام قاعدہ ہے کہ کسی داستان کے بیان کرنے میں حسن وعشق کا کہیں اتفاقی موقع آجاتا ہے تو اس قدر پھیلتے ہیں کہ تہذیب ومتانت کی حد سے کوسوں آگے نکل جاتے ہیں، نظامی اور جامی جیسے مقدس لوگ اس حمام میں آکر ننگے ہوجاتے ہیں، لیکن فردوسی باوجود اس کے کہ اس کو تقدس کا دعویٰ نہیں ایسے موقعوں پر آنکھ نیچی کیے ہوئے آتا ہے اور صرف واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے ایک سرسری غلط انداز نگاہ ڈالتا ہوا گزر جاتا ہے۔''(٨)

مترجم شاہنامہ: فتح بن علی بنداری

شاہنامہ کے مترجم کا نام قوام الدین فتح بن علی بن محمد البنداری الاصفہانی ہے، ان کا نام اور لقب بارہا ترجمہ میں آتا ہے۔ان کے حالاتِ زندگی کے بارے ہمیں صرف وہی معلومات ملتی ہیں جو شاہنامہ کے ترجمہ اور اس کے مقدمہ میں ذکر کی گئی ہیں۔علاوہ ازیں تاریخی مصادر ان کے تذکرے سے خاموش ہیں۔

دورانِ ترجمہ ذکر کردہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ بنداری اصفہان میں پیدا ہوئے اور وہیں

پرورش پائی۔ پھر وہ شام آئے جہاں ملک معظم عیسیٰ بن ملک عادل ابوبکر ایوب کے دربار کا حصہ بنے۔ انہوں نے شام کو مستقل سکونت کا مرکز نہیں بنایا تھا بلکہ ترجمہ مکمل کرنے کے بعد وہ شام واپس جانا چاہتے تھے۔(۹)

ترجمہ کے مقدمہ میں ذکر کی گئی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بنداری نے یہ ترجمہ شام کے حکمران ملک معظم عیسیٰ بن ملک عادل ابوبکر بن ایوب کے حکم پر کیا تھا۔ علامہ بنداری ترجمہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''جب میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان نے مجھے شاہنامہ کا تحفہ دیا اور ساتھ اس کا ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ پس مملوک اوامرِ عالیہ کے پورا کرنے میں لگ گیا۔''(۱۰)

اس ترجمہ کا آغاز دمشق میں جمادی الاولیٰ ۶۲۰ ہجری میں ہوا اور یہ دمشق میں ہی شوال ۶۲۱ ہجری کو مکمل ہوا۔ مختلف قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۶۲۰ ہجری کو شام آئے تھے۔(۱۱)

یہ بات حتمی طور پر تو معلوم نہیں ہے کہ بنداری نے شام میں کتنا عرصہ قیام کیا لیکن سلطان ملک معظم کا انتقال ۶۲۴ ہجری میں ہوا تھا اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ سلطان کی وفات کے بعد واپس اصفہان لوٹ گئے ہوں گے۔

فتح بن علی بنداری کے تفصیلی حالات تو پردۂ خفا میں ہیں البتہ اتنی بات شاہنامہ کے ترجمہ سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ ایک ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فقیہ بھی تھے۔ ترجمہ کے دوران ایک مقام پر ان کے لیے ''الفقیہ الاجل'' کا لقب استعمال ہوا ہے۔(۱۲)

فتح بن علی بنداری ایک مورخ بھی تھے، انہوں نے عماد الدین اصفہانی کی فارسی سے ترجمہ کردہ تاریخ السلاجقہ کو مختصر کیا تھا۔ بنداری کی یہ کتاب قاہرہ اور لیدن سے شائع ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے عماد الدین اصفہانی کی ایک اور کتاب ''البرق الشامی'' کا اختصار بھی کیا تھا۔

شاہنامہ فردوسی کے عربی ترجمہ کے مخطوطات دنیا کی مختلف لائبریریوں میں موجود ہیں، جن کی تفصیل یہاں پیش کی جارہی ہے:

(۱) نسخۂ برلن: یہ نسخہ اس وقت شاہنامہ کے عربی ترجمہ کا سب سے معتبر اور بہتر مخطوط ہے۔ یہ نسخہ ۶۷۵ھ میں تحریر کیا گیا۔

(۲) نسخۂ کیمبرج: یہ عربی شاہنامہ کا نامکمل نسخہ ہے جو شروع سے لے کر رستم کے قتل تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔

(۳) نسخہ طوپ قپوسرائے: (کتب سلطان احمد، تاریخ ۲۰۷۔۲۹۹۶) اس نسخے پر درج تاریخوں سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ عربی ترجمہ کے اکہتر برس بعد اور نسخۂ برلن کے سترہ برس بعد تحریر کیا گیا۔

(۴) نسخہ طوپ قپوسرائے: (قصر روان ۱۶۰۸) اس نسخہ کی تکمیل کی تاریخ ۷۷۲ ہجری درج ہے۔

(۵) نسخہ کوپریلی: (مکتبہ کوپریلی استنبول، ۱۰۲۴): اس نسخے کو عربی شاہنامہ کا سب سے ناقص اور نا قابل اعتبار نسخہ قرار دیا گیا ہے، جس میں بہت سی تحریفات بھی کی گئی ہیں۔ تاریخ ۹۶۷ ہجری درج ہے۔

جامعہ مصریہ کے ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے شاہنامہ کے عربی ترجمہ کے ان مخطوطات کو حاصل کیا اور اس کی تحقیق و تدوین اور نشر و اشاعت کا بیڑہ اٹھایا۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی یہ تحقیق درج ذیل خوبیوں کی حامل ہے:

(۱) انہوں نے محذوفات کو بھی ترجمہ میں شامل کر دیا ہے۔

(۲) تعلیقات کے ذریعے قابل شرح ضروری امور کی وضاحت کر دی ہے۔

(۳) مخطوطات کا تقابل کر کے درست ترین معلومات تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ نیز نسخوں کے اختلاف کو حاشیہ میں بیان کر دیا ہے۔

(۴) بعض کہانیوں کو ان کی اصلی حالت میں لائے ہیں۔

(۵) مختلف واقعات کی تاریخ میں پائے جانے والے اختلاف کو بیان کیا ہے۔(۱۳)

ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے عربی شاہنامہ کی تحقیق کے لیے برلن یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود مخطوط کو معیار بنایا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے:

"جعلت نسخة برلين أصلا للكتاب إذ رأيتها أقدم النسخ وأمجدها تاريخا، ولما يبدو من الاتقان فى كتابتها ومقابلتها بالأصل"(۱۴)

''میں نے برلن کے نسخے کو کتاب کی اصل بنایا ہے کیونکہ یہ سب سے قدیم اور تاریخ کے اعتبار سے سب سے عمدہ نسخہ ہے، اس کی تحریر اور اصل کے ساتھ اس کے تقابل سے بھی اس کی عمدگی عیاں ہوتی ہے۔''

شاہنامہ کا یہ عربی ترجمہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ کے ایک مکتبہ مطبعة دار الكتب المصرية نے ۱۹۳۲ء بمطابق ۱۳۵۰ھ میں شائع کیا تھا۔

ترجمے کا اسلوب اور مترجم کے تصرفات

فتح بن علی بنداری نے اس ترجمے کے اسلوب کو عام فہم اور تکلف سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے فارسی کی بلیغ اور نادر تعبیرات کو بھی آسان وسادہ عربی کا جامہ پہنایا ہے۔ اور اپنے اس اسلوب کا تذکرہ خود انہوں نے ترجمہ کے مقدمہ میں کر دیا ہے۔(۱۵)

ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کے مطابق شاہنامہ کے عربی ترجمہ میں تقریباً ۱۸۵۰۰ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً دس کلمات ہیں۔ اگر ہم فرض کریں کہ ہر سطر ایک شعر کے دو ابیات کا ترجمہ کرتی ہے تو بنداری کے ترجمہ میں شاہنامہ کے ۳۷۰۰۰ اشعار آئیں گے۔ اور شاہنامہ کے اشعار تقریباً پچپن ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنداری نے شاہنامہ کے ترجمہ میں اختصار سے کام لیا ہے جس کے نتیجے میں اس کا ایک تہائی حصہ کم ہو گیا ہے۔ اور ایسا اس لیے ہوا ہے کہ وہ بنداری عربی قارئین تک شاہنامہ کے واقعات شاعرانہ اوصاف وکنایات سے مجرد کر کے پیش کرنا چاہتے تھے۔(۱۶)

مترجم شاہنامہ بنداری نے دوران ترجمہ جو تصرفات کیے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) مترجم نے بعض چھوٹی فصول کو حذف کر دیا ہے۔ جیسے فریدون کا اپنی اولاد کو تجربہ کار بنانا، یمن کے بادشاہ کو فریدون کی اولاد پر جادو کرنے کی کوشش کرنا، ان فصلوں کو انہوں نے حذف کر دیا ہے۔ نیز منوچہر کے قصے میں رستم کے سفید ہاتھی کو قتل کرنے اور سفید پہاڑ کی طرف چلے جانے کے تذکرہ کو حذف کر دیا ہے۔ البتہ یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے ان محذوف فصلوں کو ترجمہ کے ساتھ ملحق کر دیا ہے اور قصوں میں سے حذف شدہ امور کو بین القوسین ذکر کر دیا ہے۔

(۲) مترجم نے بعض فصول کے واقعات کو حذف کر دیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام نے اس قسم کے محذوفات کو حواشی اور تعلیقات کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔

(۳) مترجم نے فصول کے وہ اکثر مقدمات حذف کر دیے ہیں جن میں شاعر نے اپنے بارے میں بات کی ہے۔ یا کوئی نصیحت کی ہے یا انقلاباتِ زمانہ سے حاصل ہونے والے دروس بیان کیے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے سہراب کے قصے کا وہ مقدمہ حذف کر دیا ہے جس میں شاعر نوجوانوں کی موت اور اس کی حکمت کو بیان کرتا ہے۔ اس طرح انہوں نے سیاوخش کے قصے کا مقدمہ بھی حذف کر دیا

ہے جس میں فردوسی نے شعراور کلامِ بلیغ کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ڈاکٹرعبدالوہاب عزام نے اپنی تحقیق میں ان محذوفات کو بھی بیان کر دیا ہے۔

(۴) مترجم نے سلطان محمود کی تعریف کو حذف کر دیا ہے۔ڈاکٹرعبدالوہاب عزام نے ان میں سے بعض کو من وعن ترجمہ کر کے نقل کر دیا ہے، بعض کی تلخیص کر دی ہے اور بعض کی طرف تعلیق میں اشارہ کر دیا ہے۔

(۵) مترجم نے طویل خطوط، خطبوں اور وصایا کو مختصر کر دیا ہے اور یہ چیز ترجمہ میں جابجا نظر آتی ہے۔

(٦) مترجم نے جنگوں، سفروں، جانوروں اور جنگی آلات کے اوصاف کو بھی مختصر کر دیا ہے۔وہ روم کے علاقے میں کشتاسپ کے قتل کردہ بھیڑیے کے اوصاف بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس کے بہت سے اوصاف صاحب کتاب نے ذکر کیے ہیں۔(۱۷)

(۷) مترجم دوسری کتابوں مثلاً طبری، حمزہ اصفہانی اور مسعودی وغیرہ سے بعض واقعات نقل کرتے ہیں جو فردوسی کے بیان کردہ مطالب پر مشتمل نہیں ہوتے لیکن ان کا مقصد کسی روایت کی وضاحت ہوتی ہے۔جیسے انہوں نے ملک بہمن کا بنیامین کی طرف منسوب ہونا طبری سے نقل کیا ہے۔(۱۸) مترجم نے اس اسلوب میں کتنی دیانت داری برتی ہے اس کا اندازہ ڈاکٹرعبدالوہاب عزام کے اس جملے سے ہوتا ہے:

"والمترجم أمين فی هذا كل الأمانة، لا يذكر كلمة واحدة من غير الكتاب إلا نبه إلی ذلک"

''مترجم نے اس بارے میں مکمل دیانت داری کا مظاہرہ کیا ہے، وہ اگر شاہنامہ کے علاوہ کسی کتاب کا ایک لفظ بھی ذکر کرتے ہیں تو اس پر متنبہ کر دیتے ہیں۔''(۱۹)

(۸) بنداری ترجمے کے دوران بناوٹی کہانیوں کی تکذیب کرتے ہیں۔جیسا کہ انہوں نے زال اور مہراب کی بیٹی کے قصے کا ترجمہ کرتے ہوئے کہا:

"قال، والعهدة عليه: فدلت قرونها وأشارت إلی أن يتعلق بها ويصعد"(۲۰)

''فردوسی نے کہا: (اور ذمہ داری اسی پر ہے) اس نے اپنی زلفیں بچھائیں اور اشارہ کیا کہ

ان کے ساتھ چمٹ کر اوپر چڑھ جائے۔"

اسی طرح وہ ترجمہ میں اکثر کہتے ہیں "صاحب کتاب کا یہ خیال ہے یا یہ گمان ہے۔"

(۹) مترجم ناپسندیدہ اور خلافِ دین کلمات کو تبدیل کر دیتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے پوری کتاب میں اہرمن کا ترجمہ ابلیس یا جن کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ان باتوں کو حذف کر دیا ہے جو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہیں۔ (۲۱)

بنداری کے عربی ترجمہ کی اہمیت

یوں تو شاہنامۂ فردوسی کا ترجمہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں کیا گیا ہے لیکن اس کا عربی ترجمہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ اس نے قاری کے کتاب کے واقعات کا آسان بھی بنا دیا ہے اور مختصر بھی۔ عربی ترجمہ کو پڑھنے والا اگرچہ فردوسی کے جمالِ شعری اور واقعات کی تفصیل سے لطف اندوز نہیں ہو پاتا لیکن بہت تھوڑے وقت میں پوری کتاب کا جائزہ لے سکتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام لکھتے ہیں:

"وأحسب أن القارئ العربي، بهذه الترجمة، أقدر على الإحاطة بقصص الشاهنامه من القارئ الفارسي" (۲۲)

"میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ترجمہ کے ذریعہ عربی قاری کو شاہنامہ کے واقعات کے احاطہ کی جو قدرت حاصل ہوئی ہے وہ فارسی قاری کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔"

شاہنامہ فردوسی کے عربی ترجمہ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ ترجمہ ساتویں صدی ہجری کے شروع میں کیا گیا ہے اور شاہنامہ کا اتنا قدیم کوئی نسخہ اس وقت دستیاب نہیں۔ (۲۳) لہٰذا فارسی شاہنامہ کی تحقیق و تنقید میں بھی یہ عربی ترجمہ ایک اہم مصدر کی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ شاہنامہ کے فارسی نسخوں میں بھی شدید اختلاف ہے، اس لیے اس اختلاف کی تحکیم کا کام بھی عربی ترجمہ سے لیا جا سکتا ہے۔

شاہنامہ فردوسی کے عربی ادب پر اثرات

شاہنامہ فردوسی کے اس عربی ترجمہ نے اہل عرب کے لیے فارسی جنگی شاعری کا بہترین اور موثر تعارف پیش کیا ہے، نیز یہ ترجمہ فارسی زبان سیکھنے والے اہل عرب کے لیے بھی انتہائی مددگار ثابت ہوتا ہے۔

شاہنامہ فردوسی کے عربی ادب پر اثرات کے بارے میں ڈاکٹر عبدالوہاب عزام کا یہ جملہ سند کی حیثیت رکھتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وقد ربحت بها اللغه العربية قصصا جديدة وأسلوبا في القصص طريفا" (۲۴)

''شاہنامہ فردوسی سے عربی زبان نے بہت سے نئے قصے اور قصہ نگاری کا نیا اور دلچسپ اسلوب اخذ کیا ہے۔''

عربی زبان وادب میں چونکہ قصہ نگاری کو زیادہ توجہ نہیں دی گئی اور یہ فن عربی میں فارسی ادب سے ہی منتقل ہوا ہے، کلیلہ ودمنہ اور الف لیلۃ ولیلۃ اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ جب عربی حکایت نگاری فارسی ادب سے ماخوذ ہے تو عربی قصہ نگاری کی تاریخ فارسی ادب کے اس شاہکار ''شاہنامۂ فردوسی'' کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

شاہنامہ فردوسی نے عالمِ اسلام کے اذہان وقلوب کو کس حد تک متاثر کیا ہے اور اس لاجواب تصنیف نے جو آفاقی شہرت حاصل کی ہے اس کا اندازہ مولانا شبلی نعمانی کے اس اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے:

''خراسان سے لے کر بغداد تک در ودیوار سے شاہنامہ کی صدا آنے لگی، تقریر، تحریر، تصنیف، تالیف، خلوت وجلوت، کوچہ وبازار، اس کی بازگشت سے گونج اٹھی، لوگ جب کام سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو کوئی خوش لہجہ شخص حفظ شاہنامہ کے اشعار پڑھتا اور شجاعت، جانبازی، دلیری حب الوطنی کا اثر تمام مجلس پر چھا جاتا۔

سینکڑوں برس تک سلاطین وامراء کی باہمی خط وکتابت میں شاہنامہ کے اشعار جابجا درج ہوتے تھے اور دلیری اور بہادری کے موقعوں پر بے ساختہ اس کے اشعار زبان سے نکل جاتے تھے، میدانِ جنگ میں رجز کے بجائے شاہنامہ کے اشعار پڑھے جاتے تھے۔''(۲۵)

آگے لکھتے ہیں:

''شاہنامہ کے ہی اثر نے سینکڑوں برس تک ایران کی شاعری کو غزل سے پاک رکھا۔ امتدادِ زمانہ سے جب اس کا اثر گھٹا اور عشق وعاشقی کے خیالات قوم میں پھیلنے لگے تو دفعۃً تاتاریوں کے طوفان نے مسلمانوں کی خاک تک اڑا دی۔''(۲۶)

☆☆☆☆

حوالہ جات

(۱) محمد نورالدین عبدالمنعم، اللغۃ الفارسیۃ، مصر: دارالمعارف، ص۴۰

(۲) ابن الاثیر، ابوالفتح، ضیاء الدین: المثل السائر فی أدب الکاتب والشاعر، بیروت: المکتبۃ العصریۃ للطباعۃ والنشر، ۱۴۲۰ھ۔ ج۴ ص۱۲

(۳) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، دہلی: مکتبہ مجتبائی جدید۔ ص۳۴

(۴) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، ص۴۶

(۵) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، ص۳۶

(۶) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، ص۳۶

(۷) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، ص۳۸

(۸) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، ص۴۱

(۹) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، قاہرہ: مطبعۃ دار الکتب المصریۃ، طبعۂ اولیٰ، ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء۔ ص۹۷

(۱۰) فتح بن علی البنداری، (ترجمۃ) الشاھنامہ، تحقیق ڈاکٹر عبدالوہاب عزام، قاہرہ: مطبعۃ دار الکتب المصریۃ، طبعۂ اولیٰ، ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء۔ ص۳ ج۱

(۱۱) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۹۸

(۱۲) فتح بن علی البنداری، (ترجمۃ) الشاھنامہ۔ ص۲۹۴ ج۲

(۱۳) تفصیل کے لیے دیکھیے: عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۵ تا ۱۴

(۱۴) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۱۵

(۱۵) فتح بن علی البنداری، (ترجمۃ) الشاھنامہ۔ص۳،۴ ج۱
(۱۶) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۹۸
(۱۷) فتح بن علی البنداری، (ترجمۃ) الشاھنامہ۔ص۳۱۴ ج۱
(۱۸) فتح بن علی البنداری، (ترجمۃ) الشاھنامہ۔ص۳۹۶ ج۱
(۱۹) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۱۰۰
(۲۰) فتح بن علی البنداری، (ترجمۃ) الشاھنامہ۔ص۶۲ ج۱
(۲۱) فتح بن علی البنداری، (ترجمۃ) الشاھنامہ۔ص۱۲۹، ۲۱۱ ج۲
(۲۲) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۱۰۱
(۲۳) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۱۰۱
(۲۴) عبدالوہاب عزام، مقدمہ تحقیق ترجمہ الشاھنامہ، ص۱۰۱
(۲۵) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، ص۵۸
(۲۶) شبلی نعمانی، سوانح عمری فردوسی، ص۵۸